Research Journal
Tahqeeqat

جلد:4، شمارہ:2، 2025ء

eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334

ریسرچ جرنل
تحقیقات

صفدر زیدی کے ناول "بھاگ بھری" کا مذہبی اور سیاسی بیانیوں کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

A Critical Study of Safdar Zaidi's Novel 'Bhag Bhari' in the Context of Religious and Political Narratives

Muhadsa Zahra
M Phil Scholar, Department of Urdu
The Women University, Multan
muhadsazahra26@gmail.com
Dr. Azra Parveen
Chairperson, Department of Urdu
The Women University, Multan
azra.liaqat1@yahoo.com

محدثہ زاہرہ
ایم فل اسکالر، شعبہ اردو
دی ویمن یونیورسٹی، ملتان
ڈاکٹر عذرا پروین
صدرِ شعبہ اردو
دی ویمن یونیورسٹی، ملتان

Abstract

Nuclearization and extremism are intricately linked to racial, linguistic, and religious sectarianism. In countries where clandestine forces exploit religious education to manipulate children's minds, stripping them of innocence and turning them into savages, sectarian and political biases become so entrenched that third-party interests can capitalize on them. Terrorism and suicide bombings are manifestations of a fanatical mindset, fueled by training that numbs young minds to guilt. The escalating tensions and extremism between Pakistan and India are also driven by these very sectarian, political and linguistic prejudices, further exacerbated by clerics and pundits. In this context, Safdar Zaidi's novel "Bhag Bhari" sheds light on the covert agencies that sow seeds of sectarianism and violent ideologies among the youth, serving specific agendas.Through its narrative, the novel exposes the dark reality of madrasses and extremist groups and their involvement in brainwashing young minds to perpetrate violence and terrorism.The article also discusses the novel's futuristic and realistic aspects, which depict the devastating consequences of nuclear war and environmental pollution.Overall, the novel serves as a warning about the danger of extremism and the importance of promoting peace and understanding between nations.

Keywords: *Nuclearization, Sectarianism, Safdar Zaidi, Bhag Bhari, Extremism, Terrorism, Madrasses, Extremist Groups, Nuclear War, Environmental Pollution, Violence*

کلیدی الفاظ: جوہریت، فرقہ واریت، صفدر زیدی، بھاگ بھری، انتہا پسندی، دہشت گردی، مدارس، شدت پسند گروہ، ایٹمی جنگ، ماحولیاتی آلودگی، تشدد

جوہریت اور انتہا پسندی کا براہ راست تعلق نسلی، لسانی اور مذہبی فرقہ واریت سے ہے۔ ایسے ممالک جہاں مذہبی علوم اور درس و تدریس کی آڑ میں خفیہ طاقتیں بچوں کی ذہن سازی کر کے ان سے معصومیت چھین کر انہیں وحشی بنا دیتی ہیں، وہاں مذہبی اور سیاسی منافرت و تعصبات اس قدر پختہ ہو چکے ہوتے ہیں کہ ان سے کوئی بھی تیسرا فریق فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ دہشت گردی اور خود کش بمباری ایک جنونی عمل ہے، جس میں نوجوانوں کی احساس ندامت سے پرے تربیت کی جاتی ہے۔ پاکستان اور بھارت کے مابین بڑھتی ہوئی کشیدگی اور انتہا پسندی کے پیچھے بھی یہی مذہبی، سیاسی اور

لسانی تعصبات کار فرما ہیں۔ جنہیں مُلّا اور پنڈت مزید ہوا دے رہے ہیں۔ اس ضمن میں صفدر زیدی کا ناول "بھاگ بھری" ان خفیہ اداروں کی نشاندہی کرتا ہے جو مخصوص ایجنڈوں کے تحت نوجوان نسل میں فرقہ واریت اور متشدد رویوں کے تخم بو رہے ہیں۔ ناول کی کہانی کے ذریعے مدارس اور انتہا پسند گروہوں کی تاریک حقیقت کو بے نقاب کیا گیا ہے، جن کا نوجوان ذہنوں کو ورغلا کر تشدد اور دہشت گردی کی راہ پر ڈالنے میں بڑا کردار ہے۔ اس مضمون میں ناول کے مستقبل بین اور حقیقت پسندانہ پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، جن میں ایٹمی جنگ اور ماحولیاتی آلودگی کے تباہ کن نتائج کو بیان کیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر یہ ناول انتہا پسندی کے خطرات سے خبردار کرتا ہے اور اقوام کے درمیان امن اور باہمی سمجھوتے کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔

انتہا پسندی کسی بھی معاشرے میں ایسے ہی سرائیت نہیں کر جاتی بلکہ اس کے پیچھے سالوں کی محنت کار فرما ہوتی ہے جو درجہ بہ درجہ انسان کو اِس طرف دھکیلتی ہے۔ معاشرے میں موجود شر پسند عناصر اور ایجنڈا سازوں کے ہاتھوں پلنے والی اس نسل کے پیچھے خفیہ ہاتھ ہوتا ہے۔ یہ پشت پناہ ہاتھ خود بھی ذہن سازی کی عمل سے گزرتے ہیں اور سماج میں جگہ جگہ ایسے تربیتی ادارے قائم کرتے ہیں جن میں نوجوان نسل کے جذبات سے کھیل کر انہیں وحشی بنا دیا جاتا ہے۔ اس امر کے تحت مختلف مراحل ترتیب دیے گئے ہیں۔ پاکستانی معاشرے میں مذہب کی آڑ میں ایسے دارالعلوم اور مدارس قائم کیے گئے جن کا مقصد نوجوانوں اور بچوں کے معصوم اذہان کو فطری زندگی کی ڈگر سے موڑ کر شدت پسند بنانا تھا۔ اس انقلاب کی بنیاد اُسی کی دہائی میں پڑی جب جنرل ضیا الحق نے حکومت سنبھالی اور اپنے اقتدار کو استحکام بخشنے کی غرض سے اسلام کا نعرہ لگایا۔ پاکستانی اقوام آج بھی اس ملک میں پھیلتی ہوئی شدت پسندی کی ذمہ داری جنرل ضیاء پر ہی عائد کرتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اس خطے میں اسلامائزیشن کے تحت پالیسیاں مرتب کر کے ملک کو انتہا پسندوں کے حوالے کر دیا جو آج بھی انسانیت کے لہو سے اپنی آنکھوں کو سیر کرتے نظر آتے ہیں۔ اس وقت ملک کی ہر گلی کوچے میں باقاعدہ اسلامی تبلیغ کا سلسلہ جاری ہوا اور تعلیمی اداروں میں بھی نوجوان نسل کے لہو گرمانے کا عمل جاری رکھا گیا۔ عوام کو عقل و فلسفہ کی تعلیم سے دور رکھنے کی غرض سے نصاب میں ترمیم کر کے جہادی نصاب تشکیل دیا گیا۔ پرامن معاشرے میں یک لخت فرقہ واریت کے بوئے ہوئے تخم پھوٹ پڑے۔ جہادی ترغیبات و نظریات عام ہوئے۔ جہاد افغانستان کی بھٹی سرگرم ہوئی تو پاکستانی مدارس سے طلباء نے جوق در جوق اس جہاد میں حصہ لیا۔ اس وقت خفیہ ایجنڈوں اور پروپیگنڈا سازوں نے ہی مدارس میں جہادی تربیت سازی کو فروغ دیا۔ اس طرح بھوک افلاس اور غربت سے تنگ معصوم بچوں اور نوجوانوں میں خود راستی کے جذبات پیدا کیے گئے۔

اختر علی سیّد اپنی کتاب "استعمار کی نفسیات" میں نوجوانوں کی تربیت سازی کے متعلق لکھتے ہیں:

> "دہشت گردی محض معصوم انسانوں کے قتل کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک مکمل فکری و سماجی عمل ہے جس کے لیے ایسے اذہان تیار کیے جاتے ہیں جو بغیر کسی احساس جرم کے انسانی جان لینے کو جائز سمجھیں۔ اس مقصد کے لیے نظریات میں ردوبدل، تاریخ کی نئی تشریحات، حقائق کی پردہ پوشی یا ان کی از سرِ نو ترتیب، بعض عناصر کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا، اور ہیروز کے تصور کو بدلنا شامل ہوتا ہے۔ نتیجتاً، معاشرتی ساخت، ثقافتی اقدار اور انسانی تعلقات کی بنیادیں متزلزل ہو جاتی ہیں۔"(1)

خود راستی ایک ایسی بھیانک حالت کا نام ہے جس کے تحت نوجوانوں کو سکھلایا جاتا ہے کہ فقط وہ ہی درست ہیں۔ ان کا مذہب، ان کا فرقہ اور حق کہ ان کی عبادات کے سوا باقی تمام لوگ کافر و ملحد ہیں۔ ان کافروں کو ختم کرنے سے جنت میں حوروں کی آغوش نصیب ہو گی۔ یہ بات کافی توجہ طلب ہے کہ نوجوانوں کی تربیت سازی کرتے ہوئے فقط حوروں کی آغوش پانے کی نعمت پر ہی کیوں زور دیا جاتا ہے۔ جب کہ جنت میں کئی اور نعمتیں موجود ہوں گی مگر انہیں محض "حور" کے تصور سے ہی مدہوش کر دیا جاتا ہے۔

اختر علی سیّد اس تصور کے متعلق سوال اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کوئی مسلمان کے ہاتھوں مسلمانوں کے قتل عام پر غور کیوں نہیں کرتا۔ کوئی اس بات پر توجہ کیوں نہیں کرتا کہ مسلمان معاشرے زندگی سے زیادہ موت اور مستقبل سے زیادہ ماضی سے محبت کیوں کرتے ہیں۔ کوئی اس بات پر غور کیوں نہیں کرتا کہ خودکش بمباروں کی تربیت میں جنت کی فقط ایک نعمت یعنی حور پر توجہ مرکوز کیوں کی جاتی ہے۔"(2)

خود راستی کے شکار ان نوجوانوں میں خود فریبی اور نرگسیت کا جذبہ بھی پیدا ہو جاتا ہے جس کے تحت ان کے راستے میں آنے والا کسی دوسرے فرقے کا انسان اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ یا پھر ان کی اصلاح کرنے والے ان کے عتاب کا نشانہ بن کر رہ جاتے ہیں۔ خود فریبی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب پشت پناہ انہیں اس بات پر قائل کر لیتے ہیں کہ ان سے بڑھ کر کوئی بہادر نہیں۔ ایسے نوجوانوں کی نادیدہ صلاحیتوں کی تعریف و توصیف انہیں مختلف القابات سے نواز کر کی جاتی ہے۔ یہ خود عظمتی کا سب سے بڑا درجہ ہوتا ہے جس کے نتیجے میں وہ "مرنے اور مارنے" پر تیار ہو جاتے ہیں۔ مرنے سے "شہید" اور مارنے پر "غازی و مجاہد" جیسے مخصوص القابات کی لالچ میں، پر امن معاشرے میں "مارو یا مر جاؤ" کی اصطلاح رائج ہو جاتی ہے۔ ضیاء دور میں جہاد بالخیر اور جہاد فی سبیل اللہ کی آڑ میں جس شدت پسندی کو استحکام بخشا گیا اس کے نتائج آج ہمارا معاشرہ بھگت رہا ہے۔

اس طرح نسلوں کی نسلیں بدل دی جاتی ہیں۔ یہ ایجنڈا ساز مصنوعی دشمن سازی کر کے مخصوص لوگوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور ٹارگٹ مہیا کرتے ہیں اور خود محفوظ جگہوں پر بیٹھ کر ان کٹھ پتلیوں کو نچاتے رہتے ہیں۔ اختر علی سیّد انہی کٹھ پتلیوں کی انتشار پسندی کو اندرون ملک پھیلانے کا ذمہ اُن پشت پناہوں کے سر ڈالتے ہیں، جنہوں نے ان کی خفیہ طور پر سرمایہ کاری کی ہوتی ہے۔ ان کے مطابق:

"جس ذہن کو مذہبی اختلاف کی بنیاد پر قتل کرنے کی ترغیب اور تربیت دی گئی تھی، اس کے بارے میں یہ بھی نہیں سوچا گیا کہ ایک دن اس ذہن کے حامل افراد کے پاس کرنے کا کوئی کام نہیں بچے گا۔ اس کے سامنے کوئی بیرونی دشمن اپنے بازو آزمانے کے لیے موجود نہیں ہوگا۔ ایسے میں دشمن سازی کا عمل اندرون ملک شروع ہوگا اور جو ہو کر رہا۔"(3)

اہم بات یہ ہے کہ ذہن سازی کے دوران ان نوجوانوں کے اندر سے گلٹ یعنی احساس گناہ اور ندامت کو ختم کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ کھل کر بے دردی سے قتل عام کر سکیں۔ کوئی بھی انسان کسی بھی فرقے یا کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو، اس کی یقین دہانی کئے بغیر، تحقیق کئے بغیر نعرہ تکبیر کے سائے تلے انہیں بے دردی سے قتل کر دینے اور زندہ اجسام سے گردنیں الگ کر دینے سے خدا کیونکر خوش ہو سکتا ہے؟ لیکن یہ ذہن سازی اس قدر پختہ ہوتی ہے کہ ندامت کا کوئی بھی احساس انہیں چھو کر نہیں گزرتا۔ ان نوجوانوں کے اذہان پر مذہب اور خدا کے نام پر جہاد کرنے کی مہر لگا دی جاتی ہے۔ انہیں عقل، فلسفیانہ نظریات اور تاریخ پر مبنی کتب سے دور رکھا جاتا ہے۔ تاریخ سے ناواقفیت ان کے ذہنوں پر محض اسی چھاپ کو گہرا کرتی رہتی ہے جو انہیں سکھایا اور بتایا جاتا ہے۔ خواہ وہ جھوٹ ہی کیوں نہ ہو، ان کے نزدیک ان کی زندگی کا وہی سچ ہے۔ ان پشت پناہوں کو اس بات کی خبر نہیں تھی کہ جب ان کے ہی ہاتھوں پلے ہوئے کالے ناسوروں کو باہر انتشار پھیلانے کی اجازت نہ دی جائے گی تو وہ اندرون ملک اس سے کہیں بڑی تباہی کی وجہ بن سکتے ہیں اور وہی ہوا۔ دو دہائیوں تک جس شدت پسندی کو بیرون ملک قتل و غارت گری (جسے نام نہاد جہاد کا نام دیا جاتا ہے)، کے بازار سرگرم کرنے والوں نے اگلے چند سالوں میں اپنی ہی مملکت خداداد میں دہشت گردی اور فرقہ وارانہ فسادات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ معصوم بچوں سے وحشی درندے بننے کے اس عمل میں ان کی اپنی ذات اور شناخت مسخ ہو کر رہ جاتی ہے۔ ہمارا ملک ایسے دہشت گرد مراکز کی شناخت نہ کر کے انہیں تحفظ فراہم کر رہا ہے۔

جہادی قتال اور ہجومی خودکش بمباروں میں بھی واضع طور پر فرق ہے۔ خودکش بمباروں کی ذہنی تربیت سازی اس طرح کی جاتی ہے کہ انہیں اپنی جان کی کوئی پرواہ نہیں رہتی۔ انہیں خدا اور رسول سے ملاقات اور جنت کی حوروں کا لالچ دے کر ہجوم میں خودکش حملے کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جبکہ جہادی قتال چن چن کر ہر ملک میں دہشت گردی پھیلانے اور مذہبی اور لسانی منافرت کے تحت انسانوں کے بے دریغ قتل عام کی خاطر استعمال ہوتے ہیں۔ اوپر بیٹھا وہ خفیہ ہاتھ ان سب کو استعمال ہی کرتا ہے۔ جیسے کہ یہ سب اس کے ہاتھ کی ننھی منی کٹھ پتلیاں ہوں، جو ایک رسی کھینچنے پر حرکت میں آ جائیں اور جو ٹارگٹ دیا جائے وہ وہاں پر ظلم و بربریت کی المناک چھاپ چھوڑ جائیں۔

شدت و انتہاپسندی کا جذبہ ذہنی تربیت سازی کا آخری اور سب سے خطرناک مرحلہ ہے جس میں انسانی دماغ سے محبت و احساس جیسا گداز جذبہ زائل ہو چکا ہوتا ہے۔ اس طرح اس محبت کی جگہ شدید قسم کا غم و غصہ اور انتقام لے لیتا ہے، جس کے تحت معاشرہ شکست و ریخت کا شکار ہوتا رہتا ہے اور بالآخر یہ تباہی کے دہانے پر پہنچ جاتا ہے۔ کہیں اگر کوئی ان کی آنکھوں سے فریب اور خود عظمتی کی اس کالی پٹی کو اتار پھینکنے میں کامیاب ہو بھی جائے تو پھر ان کا اپنی ذات اور اس کائنات تک سے اعتبار اٹھ جاتا ہے۔

معاشرے کی انہی سفاک حقیقتوں کا بیان صفدر زیدی کے ناول " بھاگ بھری" میں ملتا ہے۔ صفدر زیدی عصرِ حاضر کے ایسے ادیب ہیں، جنہوں نے اس معاشرے میں موجود شر پسند عناصر کو بے نقاب کیا۔ وہ ہالینڈ کے شہر دی ہیگ میں مقیم پاکستانی نژاد ادیب ہیں۔ انہوں نے اس معاشرے کو کھوکھلا کرنے والے عوامل کا بغور جائزہ لیا اور اس مٹی پر گزرنے والی ہولناکیوں کو اپنے ناول کا حصہ بنایا۔ ان کا ناول "بھاگ بھری" عالمی سیاسی بساط کے دہانے پر کھڑے دو کمزور مہروں کی باہمی کشیدگی اور تناؤ کے نتیجے میں ہونے والی تباہی کی دلدوز پیشین گوئی کرتا ہے۔ مذہب اور دو قومی نظریے کی بنیاد پر تقسیم ہونے والے دونوں ممالک پاکستان اور ہندوستان، میں جو نفرت کی گہری خلیج شروع سے ہی موجود تھی اس کی فصلیں وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہی چلی جا رہی ہیں۔ نفرت اور انتقام کی اس آگ کو دونوں طرف کی مذہبی و سیاسی انتہا پسندی مزید دہکا رہی ہے۔ نسلی، لسانی اور مذہبی فرقہ واریت اور تعصبات کی بنا پر آزادی کے وقت برپا ہونے والے فسادات کی ذمہ داری ایک دوسرے پر عائد کرتے ہوئے دونوں ممالک کے درمیان ہمیشہ سے اختلافات اور تناؤ رہا ہے۔ اس کی بڑی وجہ دونوں طرف بڑھتی ہوئی انتہاپسندی ہے۔

ناول "بھاگ بھری" سے اقتباس ملاحظہ ہو:

> "نشانہ تم کو ہم دیں گے۔۔۔ تمہارا کام صرف تاک کر مارنا ہو گا۔۔۔ جتنے کافر مارو گے اتنے ہی محل جنت میں تعمیر کرو جو سب کے سب خوبصورت حوروں سے بھرے ہوں گے جو کہ صرف تمہاری ہوں گی۔"(4)

یہ ناول پہلی بار 2018ء میں عکس پبلیکیشنز لاہور سے شائع ہو کر منظر عام پر آیا۔ اس کے بعد دوبارہ 2024ء میں فکشن ہاؤس سے بھی شائع ہوا۔ اس کا پشتو ترجمہ "بختورہ" کے نام سے سوات کے پبلشر "گران خپرونہ دویہ" سے شائع ہو چکا ہے، جس کے خالق فیروز خان آفریدی ہیں ۔

پاکستانی اور ہندوستانی معاشرے میں پنپتی ہوئی مذہبی و سیاسی انتہاپسندی میں آئے روز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ دونوں ممالک میں جمہوریت کی آڑ میں سیکولرزم کا خاتمہ ہوا چاہتا ہے۔ نام نہاد سیکولرزم میں مذہبی عناصر ملکی پالیسیوں اور کارروائیوں میں غالب آ چکے ہیں۔ ناول "بھاگ بھری" مذہبی اور سیاسی جارحیت کا نشانہ بننے والی عوام کی دلدوز داستان ہے، جس میں معصوم بچوں کے بڑے پیمانے پر دہشت گرد بننے کے عمل کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس دہشت گردی اور شدت پسندی کی بڑھتی ہوئی شرح سے یہ معاشرہ جس شکست و ریخت سے دوچار ہے، اگر اس کی روک تھام نہ کی گئی تو ناول میں موجود بھیانک پیشین گوئی کو حقیقت کا روپ دھارنے میں لمحہ بھی نہیں لگے گا۔ دونوں ممالک ایٹمی طاقت سے مالا مال ہیں۔ یہ ممالک باہمی چپقلش اور کشیدگی کے تحت کئی بار ایک دوسرے کو ایٹمی ہتھیار استعمال کرنے اور جنگ چھیڑنے کی دھمکیاں دے چکے

ہیں۔ اگر یہ ممکن ہو گیا تو اس کے جو دور رس اور خطرناک نتائج اخذ ہوں گے ان سے نہ صرف یہ خطہ دوچار ہو گا بلکہ اس کے ساتھ جڑے کئی ممالک بھی تباہی کا شکار ہوں گے ،اس پیشین گوئی کا مکمل بیان ناول "بھاگ بھری" میں فیوچر سٹک پہلو سے ملتا ہے۔ اس میں مستقبل بینی کے فن سے جبر اور شدت پسندی کی بدولت اس معاشرے میں آنے والی سونامی اور برپا ہونے والی ایٹمی تباہی کو بڑے کینوس پر دکھایا گیا ہے۔ یہ ایک ایسے خطے کی دردناک داستان ہے جس کا چہرہ مسخ کرنے اور بگاڑنے میں اسی معاشرے کے نام نہاد کالے ناسوروں کا بڑا ہاتھ ہے۔

یہ ناول ایک ہندو اچھوت عورت کی داستان ہے جس کے بھاگ میں کبھی سکھ نہیں لکھا گیا۔ یہ معاشرہ ایک اچھوت عورت کا جس قدر استحصال کرتا ہے اور کس طرح اس سے وڈیرا شاہی نظام کے تحت جبری مشقت کرائی جاتی ہے، ان سب گتھیوں کو یہ ناول سلجھاتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ بھاگ بھری اور اس کا بیٹا ساون وڈیرے کے بنائے ہوئے سامراجی و معاشی جال میں قید ہو کر اس کے ہاتھوں ذلیل و رسوا ہوتے رہتے ہیں۔ بالآخر ساون شدت پسند گروہ کے ہاتھ لگ جاتا ہے اور ایک روز بڑا دہشت گرد بن کر اپنی ماں کو وڈیرے کے چنگل سے چھڑا لیتا ہے۔ یہ ناول ایک معصوم ہندو بچے کی بھوک اور استحصال کے ہاتھوں مجبور ہو کر اسلام قبول کرنے اور جھوٹ کے سائیوں تلے شدت پسند بننے کے پورے سفر کی الم ناک کہانی پیش کرتا ہے، جس کی وجہ سے یہ دونوں ممالک صفحہ ہستی سے مٹ جاتے ہیں۔ یہ ناول دراصل پاکستانی معاشرے پر پچھلی کئی دہائیوں سے گزرنے والی قیامت خیزیوں کو حقیقت نگاری کے قالب میں ڈھالتا ہوا مستقبل سے ایسا زائچہ کھینچتا ہے کہ نہ صرف اس معاشرے میں موجود ناسوروں اور خفیہ ہاتھوں کو بے نقاب کرتا ہے بلکہ اس کی روک تھام کی تدابیر کے لیے بھی خبردار کرتا ہے۔

اقبال لطیف ناول "بھاگ بھری" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "صفدر زیدی کا ناول ایک طاقتور بیانیہ ہے، جس میں جنوبی ایشیا کے دو اہم حریفوں کے مابین تاریخی کشمکش ناممکنات کو ممکنات سے ہمکنار کرتی نظر آتی ہے۔ یہ ناول حقیقت نگاری اور فکشن کا زبردست امتزاج ہے۔"(5)

صفدر زیدی نے نہ صرف پاکستانی بلکہ ہندوستانی معاشرے میں بھی سرائیت کرتی ہوئی شدت پسندی کے پیچھے موجود نیتاؤں اور ہندو مذہبی رہنماؤں کو بے نقاب کیا ہے جو اقتدار کی ہوس میں عوام کے اذہان سے کھیل کر ان کے جذبات کو اشتعال دیتے ہوئے ایسے ایسے جرائم سرزد کراتے ہیں جس سے معاشرے میں صرف بگاڑ پیدا ہونے کے اور کوئی پرامن کام نہیں ہوتا۔ جہاں دونوں طرف کے حریف ایک دوسرے کی نفرت کی آگ میں اس قدر جھلس چکے ہیں کہ اپنے ساتھ ساتھ اس خوبصورت خطے کو بھی جھلسا دینا چاہتے ہیں۔ نسلی، لسانی و مذہبی تعصبات اس انتہا پسندی کو مزید بڑھاوا دے رہے ہے۔

احمد سہیل کے مطابق:

> "بھاگ بھری" پاکستان کی حشر سامانیوں، عدم مساوات اور ریاستی جبر پر نوحہ کناں ہے۔ اس ناول نے لفظی مصوری کے اظہار اور پر اثر جمالیاتی علامتوں کے استعمال سے معاشرتی خول میں بند دیمک زدہ معاشرے کے چہرے سے نقاب الٹ کر رکھ دی ہے"۔(6)

> "صفدر زیدی کا ناول "بھاگ بھری" پاکستانی معاشرے کے کھوکھلے پن، ذہنی و فکری انحطاط اور سماجی استبداد کی لہو انگیز داستان ہے۔ چھوٹی چھوٹی کہانیوں نے مل کر اس ناول کو جنم دیا ہے۔ ان داستانوں میں فرد سے فرد کا قلبی رابطہ منقطع ہو چکا ہے اور معاشرہ اپنی تہذیب کھو کر بے چہرہ ہو گیا ہے۔ اب سماج میں جنگل کا قانون ہے اور یہی قانون دستور تسلیم کر لیا گیا ہے۔ یہ ناول اشرافیہ شکن ہے جو مذہبی، سیاسی اور طبقاتی معاشرت کا تشکیلی بیانیہ ہے۔ اس ناول میں عوامی حرکیات اور

متعلقات گہرے اور عمیق ہیں۔ بنیادی طور پر یہ ایک ماحولیاتی ناول ہے جس کی تخصیص مشکوک ماحولیات میں پوشیدہ ہے۔"(7)

یہ ناول اس معاشرے کے ناسوروں یعنی شنویت زدہ چہروں کی باطن سے پہچان کراتا ہے جو اپنی لالچ اور فریب کے خول میں بند خطرناک سے خطرناک عزائم رکھتے ہیں۔"شنویت" کا لفظ ان لوگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جو بظاہر تو نیکوکار نظر آتے ہیں جبکہ ان کے اندر کا انسان نہایت گھٹیا اور غلیظ ہوتا ہے۔اپنے چہرے پر اچھائی کا پردہ ڈالے، یہ نہ جانے کتنے ہی معصوم اور سادہ لوح لوگوں کو اپنا اسیر کر لیتے ہیں۔ایسا ہی ایک کردار" قاری سفیان" کا ہے۔جو دراصل بظاہر باعزت، باریش مولوی ہے جبکہ اس کے اندر ایک شدت پسند انسان موجود ہے جو معاشرے کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتا ہے۔یہ ناول مُلا اور ملٹری کے آپس کے تعلقات اور مستقبل کے بھیانک عزائم کو عیاں کرتا ہے۔کہ کس طرح یہ بڑے بڑے پشت پناہ ہاتھ ایسے گروہوں اور خفیہ ایجنڈوں پر کام کرنے والی تنظیموں کی سرمایہ کاری کر کے انہیں مزید تقویت دیتے ہیں۔ایسے ہی پشت پناہوں کے ہاتھوں ذہن سازی کے عمل سے گزرنے کے بعد اگر کوئی انسان بمشکل جھوٹ اور مکر و فریب کی یہ پٹی اتارنے میں کامیاب ہو بھی جائے تو یہ اپنے امیر کے اشاروں پر ناچنے والی کٹھ پتلیاں اپنی ذات تک سے اعتبار کھو بیٹھتی ہیں۔انہیں اپنی تمام زندگی بے مقصد اور وحشیانہ لگنے لگتی ہے۔جیسے ناول کے مرکزی کردار ساون "خالد" کے ساتھ ہوا۔

اقتباس ملاحظہ ہو:

"مجھے کیا خبر تھی کہ یوم جمہوریہ پر حملہ عام جنگ کی بجائے ایٹمی جنگ چھیڑ دے گا۔میں قاتل ہوں۔۔۔کروڑوں انسانوں کا قاتل۔۔۔سب جھوٹ تھا۔۔۔خلافت کے کالے جھنڈے، خراسانی کا لقب، غزوہ ہند کی بشارت، آہ! یہ سب سراب تھا۔"(8)

ناول "بھاگ بھری" ریاستی جبر کے ساتھ ساتھ وڈیرا شاہی نظام کی سفاک حقیقتوں سے پردہ اٹھاتا ہے، جہاں نچلے طبقے کے لوگوں کا استحصال کیا جاتا ہے۔انہیں حقیر جان کر زندگی بھر جبری مشقت کرائی جاتی ہے۔ایسے لوگ اپنی زندگیوں کے ساتھ ساتھ آنے والی تمام نسلوں کی زندگیاں گروی رکھ کر اس سامراجی جبر کا نشانہ بنتے رہتے ہیں۔ جس میں ان کی جان، مال اور عزت تک جاگیرداروں کی ملکیت ہوتی ہے۔ناول میں بھاگ بھری کا کردار ان تمام نچلے طبقے کی عورتوں کی نمائندگی کرتا ہوا ایک طرف جبر و استحصال کی تو دوسری طرف محبت و ہمت کی بڑی علامت بن کر ابھرتا ہے۔

اقتباس :

"میں نے تو وڈیرے سے کبھی بھی کوئی قرضہ نہیں لیا"!

"ایک پیسے کا بھی قرضہ ساون نے جواب طلب نظروں سے ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا"،

"پتر! قرضہ تو میں نے بھی کبھی نہیں لیا، قرضہ تو میرے باپ نے لیا تھا، اپنا بیل خریدنے کو۔وہ تو مر گیا لیکن قرض ہمارے سر چڑھ گیا۔"

"یوں سمجھ لے کہ میں اپنے باپ کا قرضہ چکا رہی ہوں اور تو اپنی ماں کا ۔"(9)

ملک میں موجود دم توڑتی انسانیت اور جرنیلوں کے پالے ہوئے ملاؤں کی حقیقت کو فسانے میں بیان کرنے کا ہنر صفدر زیدی کو بخوبی آتا ہے۔ناول میں بھاگ بھری کے منہ سے ادا ہونے والے کلمات انسان کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیتے ہیں کہ شریعت کے نام پر کسی عورت کو شرعی عدالت میں لا

کر اسے زنا بالجبر پر چار گواہان پیش کرنے کا حکم صادر کرنے والے نام نہاد پارسا اور معزز ملاؤں کی سوچ کس قدر پنچ اور سطحی ہے۔ ناول میں ثنویت کا پردہ منہ پہ ڈالے یہ معزز کردار انسانیت کے پیمانے سے نیچے گرتے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ بھاگ بھری ایک ہندو عورت ہے تاہم اس کی نفسیات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اس کے نظریات نام نہاد معزز اور پارسا علماء کے پر پیچ نظریات پر بھی بھاری ہوتے نظر آتے ہیں۔ بھاگ بھری کے شرعی عدالت میں ادا کیے گئے کلمات ملاحظہ ہوں:

"مسماۃ بھاگ بھری آپ پر الزام ہے کہ آپ نے خالد کو زنا کے نتیجے میں پیدا کیا"؟

"مولبی صاحب کو شاید معلوم نہیں کہ عورت مرد کے بنا بچہ پیدا نہیں کر سکتی۔"

"تم عدالت کی توہین کر رہی ہو۔"

"تم کو شرم نہیں آتی؟ تم ایک عورت پر اتنے لوگوں کے سامنے جھوٹا الزام لگا رہے ہو۔"

"مسماۃ بھاگ بھری، شرع بے شرم ہوتی ہے، آپ عدالت کو کھل کر بتائیں کہ آپ کے ساتھ کیا ہوا تھا؟"۔

"کیا تم اپنی بیٹی سے اس طرح بھری محفل میں یہ کہو گے کہ وہ اپنے اوپر ہونے والی زیادتی کی داستان سب کو سنائے۔ تم کو بھگوان نے علم تو دے دیا ہے مگر تم سے شرم و حیا چھین لی ہے۔"

"تم کو اپنی بات صحیح ثابت کرنے کے لیے چار گواہوں کی ضرورت ہو گی۔ ورنہ تمہاری بات سچ نہیں مانی جائے گی۔"

"تمہارے خیال میں عورت کو ہر وقت چار گواہ ساتھ میں رکھنا چاہیے تاکہ جہاں ضرورت ہو پیش کیے جا سکیں۔"

> "محترمہ آپ کو عدالت باعزت بری کرتی ہے۔ آپ مسلمان ہونے کے ناطے ہماری بہن کی طرح ہیں۔" باعزت بری میں کہتی ہوں کہ میری عزت داغدار کرنے والا وڈیرا تم لوگوں سے لاکھ درجہ بہتر تھا۔ کم از کم اس نے میری عزت سے اکیلے میں کھلواڑ کیا تھا۔ جب کہ تم لوگوں نے تو سینکڑوں لوگوں میں میری عزت تار تار کر ڈالی۔ تم مذہب کے نام پر مجھے بہن کہنے کی کوشش نہ کرو، تمہاری زبان غلیظ اور تمہاری آنکھیں ہوس ناک ہیں۔ میں تمہارا مذہب تم کو واپس کرتی ہوں، میں اپنے دھرم میں ہی بھلی ہوں، تمہارا اسلام تم کو مبارک ہو۔"(10)

صفدر زیدی نے اس ناول میں ماضی کی حالت زار اور حال کے سنگین مسائل کا ادراک کرتے ہوئے مستقبل نمائی کے فن سے سن 3000ء تک کی حالت کی منظر کشی کی ہے اور یہ ناول ایک شعوری پیشین گوئی ثابت ہوتا ہے کہ اگر واقعتاً جنگ کا نقارہ بج گیا تو دونوں صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گے اور محض تباہ کاری کے نتیجے میں پھیلنے والی تابکاری اور آلودہ پانی بھی انسان کے وجود کو مٹا کر رکھ دے گا۔ درحقیقت ناول جنگ کے بعد کی ماحولیاتی آلودگی اور اس کے خطرات سے آگاہی فراہم کرتا ہے۔ فیوچرسٹک اور رئیلسٹک پہلو سے دیکھا جائے تو ناول "بھاگ بھری" اپنی مثال آپ ہے۔ یہ ناول اداس نسلوں کی بربادی کی داستان رقم کرتا ہے۔ جس میں بھوک سب سے بڑا المیہ بن کر سامنے آتی ہے۔ یہی بھوک اور پیٹ کا دوزخ بھرنے کی خواہش انسان سے ایسے ایسے جرائم سرزد کرواتی ہے جن کی حقیقت میں کوئی معافی نہیں۔ چاہے وہ پیٹ کا دوزخ حرام ذرائع سے ہی کیوں نہ بھر رہا ہو، انہیں غرض ہے تو فقط "بھوک مٹانے سے" جبکہ بھوک مٹانے والوں کا مقصد اس سے کہیں بڑا ہوتا ہے۔

اقتباس ملاحظہ ہو:

"بیٹا کیا مسلمان بنو گے ہمارے جیسے؟ انہوں نے بہت نرمی سے ایک بار پھر دریافت کیا۔ کیا مسلمان بن جانے سے روز ایسا کھانا ملے گا؟ ساون نے جواب دینے کے بجائے سوال کر ڈالا۔ ہاں بلکہ اس سے بھی اچھا کھانا اور سونے کے لیے آرام دہ بستر بھی۔ قاری صاحب نے ایک فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ یہ جملہ ادا کیا۔"(11)

اسی لیے ناول کا انتساب اُن اُجڑی ہوئی ماؤں کے نام منسوب کیا گیا ہے کہ جن کے معصوم اور نوجوان بیٹوں کو مذہب کی آڑ میں سیاسی سازشوں کا مہرہ بنا دیا جاتا ہے۔ صفدر زیدی نے اس ناول میں مذہب کے ٹھیکے داروں کا گھناونا روپ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ شر پسند عناصر ہمارے معاشرے کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔ بقول صفدر زیدی:

"اداس نسلوں پر تو بہت باتیں ہو چکیں، ناول "بھاگ بھری" اصل میں برباد نسلوں پر بات کر رہا ہے۔ ناول پڑھنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ ان نسلوں کو برباد کرنے میں کس کا ہاتھ تھا اور یہ نسلیں کیوں برباد ہوئیں۔"(12)

فرد سے اس کا نام چھین لینا ہے، اس سے اپنی ذات میں قید کر دینا اور اس کی شناخت کو مسخ کر دینا، یہ ایک جبری رویہ ہے جس کے نتیجے میں نوجوانوں میں متشدد رویہ بھی ابھر کر آتا ہے۔ جس کے پیچھے غم و غصے کے جذبات کار فرما ہوتے ہیں۔ ناول "بھاگ بھری" میں بھی یہ رویہ ساون عرف خالد کے کردار میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اختر علی سیّد اس متشدد رویے کے متعلق لکھتے ہیں:

"استعمار کا تشدد غصے کے بجائے سوچی سمجھی حکمت عملی پر مبنی ہوتا ہے جبکہ محکوم کا تشدد صرف اور صرف غصے پر مبنی ہوتا ہے۔ غصے میں مخالف کو ضرر پہنچانا خود کو فائدہ پہنچانے سے زیادہ تسکین دیتا ہے۔"(13)

ناول نگار نے نہ صرف پاکستانی بلکہ ہندوستانی معاشرے میں بھی شدت پسندی کے بیج بونے والے پنڈتوں اور نیتاؤں کے مکروہ چہروں کو عیاں کیا ہے۔ ناول میں ہیروشیما اور ناگاساکی جیسے مقامات پر ہونے والی بمباری کے ساتھ ساتھ نائن الیون کے پسِ منظر میں دونوں ممالک کے درمیان ہونے والی تباہ کاری کو علامتی طور پر پیش کیا گیا ہے۔

صفدر زیدی کی عالمی سیاسی منظر نامے اور پاک بھارت کشیدگی پر بڑی گہری نظر ہے۔ ناول میں اس نقطہ نظر کی ترجمانی کی گئی ہے کہ ان دونوں ممالک کے درمیان پائیدار امن قائم ہونا چاہیے جو اس خطے کی آبادی بر قرار رکھنے کا ضامن ہے۔ البتہ اگر نام نہاد سیکولرزم کے تحت مذہبی انتہا پسندی اور فرقہ واریت کی گہری دھند نہ چھٹی تو پھر ناول میں موجود الم ناک کہانی حقیقت کا روپ دھار لے گی۔ جس طرح حال ہی میں دونوں ممالک کے درمیان جنگ کا سماں بندھ رہا اور جس قدر تباہی ہوئی، اس سے ناول "بھاگ بھری" میں کی گئی پیشین گوئی سچ ثابت ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ حال کی اسی جنگی صورتِ حال کے تحت غلام حیدر شیخ اپنے مضمون "پاک بھارت کشیدگی اور عالمی بے حسی" میں دونوں ممالک کے درمیان بڑھتی ہوئی کشیدگی کے متعلق لکھتے ہیں:

"ماضی کے تناظر میں دیکھا جائے تو پاکستان اور بھارت کے مابین چار بڑی جنگیں ہو چکی ہیں: 1948ء، 1965ء، 1971ء اور 1999ء کی کارگل جنگ۔ علاوہ ازیں، 2019ء میں پلوامہ حملہ اور اس کے بعد ہونے والے بالاکوٹ واقعے نے دونوں ملکوں کو ایک بار پھر جنگ کے دہانے پر لا کھڑا کیا۔ تاہم، بین الاقوامی دباؤ اور سفارتی کوششوں کے باعث تصادم سے بچاؤ ممکن ہوا۔ موجودہ حالات بھی اسی طرح کشیدہ، نازک اور حساس ہیں کہ کسی ممکنہ بڑی کارروائی، جیسے ایئر اسٹرائیک یا سرحدی جھڑپ، کی صورت میں جنگ بھڑک سکتی ہے۔ عالمی طاقتیں اگرچہ وقتی بیانات کے ذریعے کشیدگی کو کم کرنے کی

کوشش کر رہی ہیں، مگر در حقیقت یہ سب مفادات کے تحفظ کا کھیل ہے۔ امن ان کا بنیادی مقصد نہیں بلکہ خطے میں طاقت کے توازن کو برقرار رکھنا ان کی اصل حکمت عملی ہے، جو کہ تنازعے کی شدت کو کم کرنے کے بجائے بے حسی اور غیر ذمہ داری کی عکاسی کرتی ہے۔"(14)

مختصراً دونوں طرف کی مذہبی اور سیاسی شدت پسندی میں کمی ہونے سے ہی اس خطے کی سلامتی ممکن ہے۔ چونکہ دونوں ممالک ہی ایٹمی طاقت سے مالامال ہیں۔ روز بروز بڑھتی ہوئی اس کشیدگی اور انتہاپسندی نے ان ممالک کی سالمیت کو خطرے میں ڈالا ہوا ہے۔ دونوں خطوں میں امن و امان کی فضا قائم ہونے میں ہی ان کی بقاء ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1. اختر علی سیّد، استعمار کی نفسیات، لاہور: القاء پبلیکیشنز، 2024ء، ص:151۔
2. ایضاً، ص:260۔
3. ایضاً، ص:177۔
4. صفدر زیدی، بھاگ بھری، لاہور: فکشن ہاؤس، 2024ء، ص:91۔
5. اقبال لطیف، "بیک فلیپ"، مشمولہ: بھاگ بھری، فیصل آباد: مثال پبلشرز، 2018ء۔
6. صفدر زیدی، بنتِ داہر، ص:13۔
7. ایضاً، ص:12۔
8. ایضاً، ص:376۔
9. ایضاً، ص:26-27۔
10. ایضاً، ص:212-216۔
11. ایضاً، ص:40۔
12. https://www.facebook.com/share/r1BQQ6SvMvN/?mibextid=qi20mg
13. اختر علی سیّد، استعمار کی نفسیات، ص:143۔
14. برجستہ غلام حیدر شیخ، "پاک بھارت کشیدگی اور عالمی بے حسی"، روزنامہ نوائے وقت، 4 مئی 2025ء۔
https://www.nawaiwaqt.com.pk/04-May-2025/1891993

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havalajat

1. Akhtar Ali Syed, Istamar ki Nafsiyat, Lahore: Alqa Publications, 2024, p. 151.
2. Ibid., p. 260.
3. Ibid., p. 177.
4. Safdar Zaidi, Bhag Bhari, Lahore: Fiction House, 2024, p. 91.
5. Iqbal Latif, "Back Flap", mashmola: Bhag Bhari, Faisalabad: Misal Publishers, 2018.
6. Safdar Zaidi, Bint-e-Dahir, p. 13.
7. Ibid., p. 12.
8. Ibid., p. 376.
9. Ibid., pp. 26–27.
10. Ibid., pp. 212–216.

11. Ibid., p. 40.
12. https://www.facebook.com/share/r1BQQ6SvMvN/?mibextid=qi20mg
13. Akhtar Ali Syed, Istamar ki Nafsiyat, p. 143.
14. Barjista Ghulam Haider Sheikh, "Pak-Bharat Kasheedgi aur Aalmi Behissee", Roznama Nawai Waqt, 4 May 2025. https://www.nawaiwaqt.com.pk/04-May-2025/1891993